ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر شائستہ حمید خان

ایسو سی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

علی حسن

ریسرچ سکالر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد رفیق بھٹی

شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

خواجہ میر درد کی شاعری کا تجزیہ، امرد پرستی کے تناظر میں

Dr. Shaista Hameed Khan
Associate Professor, Department of Urdu, G.C. University, Lahore
Alli Hasan
Research scholar,GC University Lahore
Dr.Muhammad Rafique Bhatti
Department of Urdu, GC University, Lahore

An analysis of Khawaja Mir Dard's Poetry, in the Context of Pederasty

Khawaja Mir Dard is a Sufi poet ،and this cannot be denied. But to make Sufism so dominant that the other themes of his poetry go into the background is not correct. The same attitude is taken with him regarding the subject of pederasty in his poetry. In his poetry, the words like "Khob Roo", "Sanam", "Larka", "Pyara", "Yar", "Shokh", "Stamgar", "Messiah Nafs" and "Khat (beard)" are witnesses to the fact that the theme of pederasty is present in the poetry of Khawaja Mir Dard. This also proves that the power behind the poems based on pederasty, written by Khawaja Mir Dard, was Shahid Bazi, not Sufism.

Key Words: *Pederasty, Sufism, Khob Roo, poetry, Homosexuality.*

مؤرخین نے وسطی ایشیا کو ہندوستان کا دروازہ کہا ہے اور اسی دروازے ہی سے آریہ، تاتار، مغل، ترک اور پٹھان ہندوستان میں داخل ہوئے اور حملے کرتے ہوئے پایہ تخت میں داخل ہو کر تخت نشین ہوئے۔ یہ لوگ جو رسم ورواج اور روایات اپنے ساتھ لائے تھے، وہی روایات اور رسم ورواج آج ہمارا سرمایہ فخر ہیں۔ غزل نے عرب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)

میں جنم لیا اور فارس میں پلی بڑھی۔ فارسی میں غزل کی جو اقدار پروان چڑھ چکی تھیں، ایرانی حملہ آور انہیں اپنے ساتھ ہندوستان لائے۔

انہیں اقتدار میں ایک قدر "امرد پرستی" بھی تھی۔ اردو غزل فارسی سے مستعار شدہ ہے۔ اور ہندوستان میں اسے پروان چڑھانے میں ان لوگوں ہی کا عمل دخل ہے، جو فارسی کے بڑے اساتذہ اور مرد میدان تھے۔ اس وجہ سے فارسی شاعری کی قدر "شاہد بازی" کو اردو غزل میں بار پانے میں دشواری پیش نہ آئی اور ہندوستانی امراء کے ہاں معاشرتی حیثیت سے پروان چڑھتی گی۔ "۱۱۵۱ھ (۱۷۲۹ء) میں دہلی کے امراء اور رؤسا میں شاہد بازی کا کیا عالم تھا اس کی تفصیل نواب ذوالقدر درگاہ قلی خان کی مشہور تصنیف" مرقع دہلی "میں واضح طور پر ملتی ہے۔" (۱)

۱۷۰۰ء کے بعد دہلی میں شاہد بازی شعراء کے کلام میں اس قدر داخل ہو چکی تھی کہ اس وقت کے ہر تذکرہ نگار نے شعراء کے متعلق لکھتے وقت اس عنصر کا ذکر ضرور کیا۔ عبدالغفور نساخ اپنے تذکرہ "سخن شعرا" میں داغ دہلوی کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

> "داغ تخلص، میر مہدی دہلوی مقیم لکھنؤ، فرزند شاگرد میر سوز بتیس برس کی عمر میں ایک نونہال گلشن خوبی پر شیدا ہو کر کچھ دنوں اس کے باغ وصال سے زندگی کا مزا چکھا اور گل مراد سے اپنا دامان تمنا بھر لیا۔" (۲)

میر تقی میر اپنے تذکرہ "نکات الشعراء" میں رسواء کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

> "رسوا تخلص کا ایک ہندو شخص تھا۔ فی الحال مذہب کی قید سے آزاد ہے۔ ایک ہندو لڑکے پر عاشق تھا۔ حکم خدا سے وہ لڑکا انتقال کر گیا اور اس کا عشق ہوس میں بدل گیا۔" (۳)

میر تقی میر عاجز کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

> "عاجز تخلص، یہ شخص لوطی ہے۔" (۴)

میر تقی میر دیوان ششم میں اپنے متعلق شعر موزوں کرتے ہیں کہ:

بے عشق خوب رویاں اپنی نہیں گزرتی
اے وائے کس بلا میں ہم مبتلا ہوئے ہیں۔ (میر)

میر تقی میر کے ہم عصر شاعر خواجہ میر درد جنہیں صوفی شاعر کہا جاتا ہے۔ ان کے ہاں بھی امر د پرستی پر مبنی کئی درجن اشعار موجود ہیں۔

اے درد ہم سے یار ہے اب تو سلوک میں
خط زخم دل کو مرہم زنگار ہو گیا (درد)

ان بیانات اور اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان اور خصوصاً دہلی میں امر د پرستی کا کس قدر چرچا تھا اور اڑتے چڑے پھانسنے کا کس قدر شوق۔ وہ شعراء جن کی سماجی حیثیت مسلم تھی، کھلے بندوں امر د پرستی کیا کرتے تھے اور ہر گلی محلے، شادی بیاہ اور دیگر محفلوں میں امر د پرستی پر مبنی غزلیں گائی جاتی تھیں۔ اردو غزل میں سبزہ خط، شوخ، گل بدن، سادہ رو، صنم، خوبرو، ستم گر، خوباں، یار، پیارے، لڑکا، چنچل صنم، ستم پیشہ اور قاتل جیسی اصطلاحیں شاہد بازی ہی کی مرہون منت ہیں۔ اردو غزل میں شاہد بازی کے عنصر کو ظہور شہزاد اظہر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"ابتداء میں غزل سادہ رو اور شوخ لڑکوں کے ساتھ منسلک رہی ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں غزل کے لغوی معنی ہیں 'عورت کے ساتھ بات کرنا' وہ اپنی جہالت کے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ عورت کہاں ہے؟" (۵)

چند اور شعرا کا کلام بطور نمونہ درج کیے دیتا ہوں۔ تاکہ اردو غزل کی ابتداء میں امر د پرستی کا مقام واضح ہو جائے۔

خط آگیا ہے اس کے، مری ہے سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں صبح شام۔ (مضمون)

شاید کہ ہوا ہے خط نمودار
نامہ کا میرے جواب آیا (فغاں)

یہی مضمون خط ہے احسن اللہ
کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے۔ (احسن)

دل مومن آتش کدہ بنے کیوں
لگاوٹ یہ طفل برہمن سے ہے۔ (مومن)

خوب روہی فقط نہیں وہ شوخ
حسن کیا کیا ادائیں کیا کیا ہیں (میر)
اے آنسو و نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا۔ (درد)
سبزہ خط سے تیرا کاکل سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا (غالب)

ان امثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب ہندوستان میں اردو غزل پروان چڑھی تو امرد پرستی اس کا مرکزی موضوع تھا۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غزل کے معنی "عورت کے ساتھ باتیں کرنا" کی بجائے، "لونڈوں سے باتیں کرنا" حقیقت کے قریب معلوم ہوتا ہے۔

الفاظ کے خمیر میں جب جذبات کی آمیزش ہوتی ہے تب شاعری جنم لیتی ہے اور جذبات حادثات کی بدولت پروان چڑھتے ہیں۔ کوئی بھی حادثہ اچانک رونما نہیں ہوتا بلکہ درپردہ ایک مسلسل عمل عرصہ سے جاری ہوتا ہے۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا(۶)

شاعر جب شعر موزوں کرتا ہے تو اس کے پیچھے بھی کئی حادثات ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے میرا یہ خیال ہے کہ کسی بھی شاعر کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اپنے غالب رنگ سے ہٹ کر جو اشعار کہے وہ محض روشِ زمانہ کا اثر تھا۔ اردو کے بعض ابتدائی ناقدین نے شعراء کے متعلق لکھتے وقت شاعر کی شخصیت اور اس کے غالب رنگ کا اتنا چرچہ کیا کہ اس شاعر کی شاعری کے دیگر موضوعات دب کر رہ گئے۔ نا صرف موضوعات دب کر رہ گئے بلکہ غالب رنگ کی دھوم سے شعراء مختلف سانچوں میں محیط کر دیئے گئے۔ میر تقی میر کا نام لیتے ہی غم کے سائے ہمارے ذہنوں پر منڈلانے لگتے ہیں۔ غم، میر تقی میر کا غالب رنگ ضرور ہے مگر صرف یہی رنگ اس کی شاعری کا مکمل رنگ نہیں۔ ولی دکنی کا نام لیتے ہی پہلا تاثر جمال پرستی کی صورت نمودار ہوتا ہے۔ مگر ان کے ہاں تصوف بھی موجود ہیں۔ یہی حال خواجہ میر درد کا ہے۔ ان کی شاعری پر ان کی شخصیت کو اس قدر غالب کر دیا گیا کہ اصل شاعر دفن ہو کر رہ

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)

گیا۔ ہر محقق اور ناقد نے ان کا ذکر کرتے وقت بات ہی اس جملہ سے شروع کی کہ وہ ایک صوفی شاعر تھے۔ اس نکتہ کا اصل نقصان شاعر خواجہ میر درد کو ہوا ہے اور ان کو صرف اسی تناظر میں دیکھنے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔

خواجہ میر درد کے ہاں تصوف کے علاوہ مجازی محبت، ستم، جفا، نگاہ کے تیر کھانا، رقیب کو برا بھلا کہنا، محبوب کی گلی میں رات کو بار بار جانے کے ساتھ ساتھ امرد پرستی کا گہرا رنگ بھی موجود ہے۔ کسی موضوع کے متعلق صرف دو چار اشعار دیوان میں موجود ہوں تو شاعر پر اس موضوع کا ٹھپہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جس طرح شاعر کو ایک خاص سانچے میں ڈھال کر دیکھنا شاعر کے ساتھ نا انصافی ہے اسی طرح عمومی رویہ یا روش زمانہ کی بنیاد پر خاص نتائج اخذ کرنا بھی جرم ہے۔

خواجہ میر درد کی شاعری میں امرد پرستی کی بات کی جائے تو خواجہ میر درد کا اردو دیوان مختصر ترین ہونے[۷] کے باوجود کئی درجن اشعار شاہد بازی / امرد پرستی کے متعلق موجود ہیں۔

خواجہ میر درد کے ہاں امرد پرستی کے موضوعات کے متعلق یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری میں مرد محبوب اس وجہ سے منتخب کیا کہ اس صورت میں وصل ہر گز ممکن نہیں ہو پاتا اور برائی کا خدشہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر خواجہ میر درد کے ہاں امرد پرستی کے باوجود ایسے کئی اشعار ملتے ہیں جس میں ان کی محبوب سے وصل کی خبر عیاں ہوتی ہے اور وصل کے بعد محبوب (لڑکے) کو راز افشاء نہ کرنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔

اے آنسوؤ نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا[۸]

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خواجہ میر درد نے امرد پرستی پر مبنی اشعار نہ ہی روایتی اثر کے تحت کہے اور نہ ہی تصوف کے تحت، بلکہ جو انہوں نے سرانجام دیا اور محسوس کیا اسی کی ترجمانی کی۔ میری اس بات کی تائید خود خواجہ میر درد کے درج ذیل الفاظ سے ہوتی ہے۔

"فقیر نے کبھی شعر آورد سے موزوں نہیں کیا اور نہ اس میں مستغرق ہوا۔" (نالہ ءدرد)

خواجہ میر درد کے دیوان میں موجود امرد پرستی پر مبنی اشعار کو نکال کر اکٹھا کیا جائے اور ترتیب دیے جائیں تو ایک مکمل کہانی سامنے آتی ہے۔ درج ذیل خاکہ اسی کہانی سے ماخوذ ہے۔

i. شاعر کا خوب رو کو دیکھنا
ii. شاعر کا اس پر فدا (عاشق) ہو جانا

iii. شاعر کے اندر دیدار کی خواہش پروان چڑھنا

iv. خوب روح کی رقیب سے التفات

v. عاشق کا وصل کی آرزو کرنا

vi. خوب رو کا عاشق (شاعر) پر ظلم وستم کرنا

vii. ناصح کا عاشق کو سمجھانا

viii. عاشق کا نصیحت کو پس پشت ڈال دینا

ix. خوب رو سے شکوہ کرنا

x. کبھی بات کا وصل تک پہنچ جانا تو کبھی خوب رو کا عاشق کے طرف توجہ نہ دینا

xi. عاشق کا خود کلامی پر اترنا

xii. خوب رو کا خط (داڑھی) آنا اور معاملہ ختم ہونا

مختصر دیوان میں ایک موضوع پر مکمل کہانی وجود میں آنا بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ محض روایت کے اثر کے تحت ایسا ممکن نہ تھا۔ مضمون کی ابتداء میں ایک بات بیان کر دینا لازم ہے تاکہ ابہام نہ رہے۔ درد کی شاعری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک لڑکے پر عاشق نہ تھا بلکہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اگر زیادہ نہ بھی ہوں تو دو لڑکے ضرور تھے۔ کیونکہ ایک گھر تک ساتھ چلا آتا ہے اور بوسہ وکنار بھی کرتا ہے مگر دوسرا دیکھنے سے ہی ناراض ہو جاتا ہے اور شاعر پر ظلم وستم کرتا رہتا ہے۔ پہلے مہربان محبوب (لڑکے) کو پیش کرتے ہیں۔ پھر دوسرے کا تذکرہ کریں گے ایک محفل میں میر درد تشریف لے جاتے ہیں اور وہاں شمع کے پاس ایک خوب رو کو بیٹھا پاتے ہیں۔ کبھی شمع دیکھتے ہیں تو کبھی خوب رو کے چہرہ کو۔ اور اس حسین چہرے پر فدا ہو جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں۔

رات مجلس میں ترے حسن کے شعلہ کے حضور
شمع کے منہ پر جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا (۹)

خوب رو کے حسن میں ایسا گرفتار ہوتے ہیں کہ جنون کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور رہ رہ کر اسی چشم اور زلف کا خیال آتا ہے جو مجلس میں دیکھی تھی اور دل لٹا دیا تھا۔ اور اپنی عاشقی کا سرِعام اظہار کرتے ہیں۔

یہ زلفِ بتاں کا گرفتار میں ہوں
یہ بیمار چشموں کا بیمار میں ہوں (۱۰)

جنون کی حالت میں بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ محبوب کے بغیر رہ نہیں پاتے اور اس سے ملنے کے طریقے تلاش کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح وہ مل جائے۔ کسی جگہ محبوب کو کھڑا دیکھتے ہیں تو اس سے اپنی عاشقی کا اظہار کر دیتے ہیں۔

میری بھی طرف تو کبھی آ جا میرے یوسف
بڑھیا کی طرح میں بھی خریدار ہوں تیرا (۱۱)

یہ بات سن کر محبوب وہاں سے چلا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے یہ بات بری لگتی ہے اور شاعر اس کی چال اور رفتار میں ہی کھو کر رہ جاتا ہے۔

یار جاتا تو رہا نظروں سے کب کا لیکن
دل میں پھرتی ہے درد وہ رفتار ہنوز (۱۲)

کچھ دنوں بعد میر درد کی ملاقات محبوب سے ہوتی ہے اور یہ محض اتفاق ہوتا ہے۔ جسے میر درد یوں بیان کرتے ہیں۔

بعد مدت کے درد کل مجھ سے
مل گیا راہ میں وہ غنچہ دہن (۱۳)

تو خوب رو درد سے سوال کرتا ہے کہ دہلی میں اور بھی کئی خوش رو ہیں۔ اس کے باوجود مجھ ہی سے عشق کیوں کرتے ہو۔ اس کا جواب اور وہ یوں دیتے ہیں۔

شوخ تو اور بھی ہیں دنیا میں
پر تری شوخی کچھ عجب ہے واہ (۱۴)

کیونکہ خوب رو ابھی نا سمجھ تھا وہ اونچ نیچ نہیں سمجھتا تھا۔ اس وجہ سے وہ شاعر کی باتوں میں آ جاتا ہے اور اس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ محبوب کی مہربانی کو خواجہ میر درد یوں بیان کرتے ہیں کرتے ہیں۔

بارے پھر مہرباں ہوا ہے
بے طرح سے کچھ بچل گیا تھا (۱۵)

شاعر گھاگ تھا اور لڑکا نا سمجھ اس وجہ سے شاعر کی باتوں میں آ گیا۔ باتوں باتوں ہی میں مقصد مقصود کی طرف لے آیا اور آخر کار لڑکا ملائم ہو گیا۔ اور ضد ختم کر دی۔ شاعر کہتے ہیں۔

شب تک جو ہوا تھا وہ ملائم
اپنا بھی تو جی پگھل گیا تھا(۱۶)

معشوق اگر وصل کے لیے راضی بھی ہو جائے تو اس کے اندر انا اور ضد باقی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اگر وہ ایک بار عاشق کی تمنا پوری بھی کر دے تو پھر بھی وہ دوسری بار ویسے ہی ضد کرتا ہے جیسی پہلی بار کی تھی۔ یہی معاملہ درد کے محبوب کے ساتھ بھی ہے۔ درد جب اس کا ایک بار بوسہ لیتا ہے تو لڑکا کہتا ہے کہ یہ پہلی اور آخری بار تھی اب دوبارہ ایسا ممکن ہو نہیں سکتا۔

کہا جب میں ترا بوسہ تو جیسے قند ہے پیارے
لگا تب کہنے پر قندِ مکرر ہو نہیں سکتا (۱۷)

محبوب راضی بھی ہو گیا۔ شاعر کی باتوں میں بھی آ گیا اور بوسہ تک دے ڈالا مگر وہ بے تکلفی نہ آئی جو عاشق اور معشوق کے درمیان ہونی چاہئے تھی۔ بے تکلفی نہ ہونا عاشق کے لیے ناگوار تھا۔ اس وجہ سے وہ محبوب سے بے تکلفی برتنے کے لیے اپنی خواہش کا یوں اظہار کرتا ہے:

واشد کبھو تو درد کے بھی ساتھ چاہیے
بند قبا سے کھول ٹک اے گلبدن گرہ(۱۸)

معشوق نے عشق کے میدان میں نیا نیا قدم رکھا تھا۔ وہ تمام رازوں سے واقف نہیں تھا۔ اور اسے یہ خبر تک نہ تھی کہ شاعر کی بے تکلفی سے کیا مراد تھی۔ وہ شاعر کی باتوں میں آ گیا اور بات بے تکلفی سے وصل تک جا پہنچی۔ وصل کے بعد جب شاعر دیکھتا ہے کہ لڑکے کے آنسو نکل رہے ہیں تو وہ اسے راز کو افشاء کرنے سے روکتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں۔

اے آنسوؤ نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا(۱۹)

شاعر کا دوست جب اس معاملے کی خبر پاتا ہے اور شاعر کی بے چینی اور اس کا بار بار اس محبوب (لڑکے) سے ملنا دیکھتا ہے تو ناصح بن کر درد کو سمجھانے لگتا ہے کہ میں تیری بے چینی سمجھتا ہو۔ تم اس سے ملے بغیر سکون سے نہیں رہ سکتے مگر اس سے اتنا بھی نہ ملو کہ وہ بدنام ہو جائے۔

ہر چند صبر تجھے درد ولیکن

اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو(۲۰)

روایتی عاشق کی مانند درد کبھی بات کو ایک کان سے سن دوسرے سے اڑا دیتے ہیں تو کبھی ناصح سے کہتے ہیں کہ اب اتنی شدت سے اسے نہیں ملتا بلکہ کبھی کبھی ملتا ہوں۔ پہلے والی تمام ملاقاتیں تو ختم ہوئیں۔

مدت سے وہ تپاک تو موقوف ہو گئے

اب گاہ گاہ بوسہ یہ پیغام رہ گیا(۲۱)

محبوب کا بچھڑنا اور عاشق کا اس کی یاد دل میں بسائے ہونا اردو غزل کا روایتی موضوع ہے۔ مگر اس روایتی موضوع میں بچھڑنے سے قبل وہ حالات نظر نہیں آتے جو ہمیں خواجہ میر درد کے ہاں ملتے ہیں۔ درد کا محبوب لڑکا تھا اور وہ اس سے ملتے بوسہ لیتا اور محو وصل ہوتے۔ جب ان کا محبوب ان سے دور ہوا تو انہوں نے بھی اس کی یاد کو سینے سے لگائے رکھا مگر وہ وقت انہیں رہ رہ کر یاد آتا جس میں وہ محبوب سے لذتِ وصل کشیدہ کیا کرتے تھے۔

یوں تو ہے دن رات مرے دل میں اس کا ہی خیال

جن دنوں اپنی بغل میں تھا سو وہ راتیں کہاں(۲۲)

یہ اس محبوب لڑکے کی کہانی تھی جو شاعر کی باتوں میں آکر ہر وہ کام کرتا چلا گیا جس کی شاعر نے خواہش ظاہر کی۔ اس کی دو وجوہات ایک معشوق ناسمجھ تھا، دوسرا کوئی رقیب نا تھا جو اسے شاعر سے التفات برتنے سے روکتا یا رقیب کا محبوب (لڑکے) کو قابو کرنے سے شاعر نے اپنی باتوں سے اسے رام کر لیا۔ اب دوسرے محبوب (لڑکے) کے متعلق بات کرتے ہیں جو روایتی معشوق کی مانند ظالم ہے اور شاعر پر ظلم و ستم کرتا ہے اور رقیب سے محبت کرتا۔ معشوق جس جگہ جاتے ہیں اپنی خوش اسلوبیوں سے سب کے دل شکار کر لیتے ہیں۔ درد بھی ان عاشقوں میں سے ایک ہے جس کا دل محبوب کو دیکھ کر اس کی خوش اسلوبیوں پر فدا ہو گیا۔

دل کو لے جاتی ہیں معشوقوں کی خوش اسلوبیاں

ورنہ ہیں معلوم ہم کو سب انھوں کی خوبیاں(۲۳)

اگر محبوب اتنا خوب صورت ہو کہ لب کھولے تو پھول شرما جائیں ہنسے تو پھول کلی بن کر اپنا چہرہ ڈھانپ لیں تو اس پر کون ایسا ہو گا جو خدا نہ ہو۔ درد بھی ایسے ہی ایک خوب رو کو دیکھتے ہیں اور دل دے بیٹھتے ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

گر باغ میں خنداں وہ مرا لب شکر آوے

گل سامنے داماں سے منھ ڈھانپ کر آوے (۲۴)

جب عاشق اپنا دل دے بیٹھتا ہے تو اس کے دل میں جو پہلی خواہش بیدار ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ محبوب کا دیدار ہو جائے۔ درد کے سینہ کے اندر بھی یہی خواہش بیدار ہوتی ہے اور وہ محبوب سے ملنے چلے جاتے ہیں۔ محبوب لڑکا ضرور ہے مگر روایتی معشوق کی عادات بھی رکھتا ہے۔ وہ درد کو دیکھ کر برا مان جاتا ہے۔ درد اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

درد کے ملنے سے اے یار برا کیوں مانا

اس کو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا (۲۵)

درد کی اس حرکت سے محبوب ناراض ہو گیا اور بھوؤں کے تیر برسانے لگا۔ درد بھی گھاگ قسم کا عاشق تھا۔ کہنے لگا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں ہر وقت ان تیروں کے لیے تیار رہتا ہوں تو یہ تیر بھی برداشت کر لوں گا مگر تمھیں بھویں تان کر خود کو تکلیف نہیں دینی چاہئے:

کیوں بھویں تانتے ہو بندہ نواز

سینہ کس وقت میں سپر نہ کیا (۲۶)

رقیب کے بغیر اردو شاعری ادھوری ہے۔ اگر یہ کردار شاعری سے ختم کر دیا جائے تو شاعرانہ چاشنی اور ظلم و ستم کے ہفت رنگ ختم ہو کر رہ جائیں۔ درد کا محبوب بھی درد سے نہیں ملتا بلکہ رقیب کے ہاں جاتا ہے اور محبت کے رنگ بکھیرتا ہے۔ درد کو معلوم ہے کہ رقیب بس نام کا عاشق ہے مگر محبوب اس بات کو نہیں سمجھتا اور جب شاعر محبوب سے بات کرنا چاہتا ہے تو وہ خون آمیز نظروں سے دیکھتا ہے۔ اس بات پر شاعر شکوہ کرتا ہے کہ رقیب کے ساتھ محبت اور مجھ پر ظلم، ایسا کیوں کر رہے ہو۔

اوروں سے تو ہنستے ہو نظروں سے ملا نظریں

ایدھر کو نظر کوئی پھینکی بھی تو دزدیدہ (۲۷)

ایک طرف شکوہ ہے تو دوسری طرف محبوب کے رویہ اور ظلم و ستم کی وجہ سے عاشق کے اندر خوشی کی لہر بھی جاگ اٹھتی ہے کہ اب اس کا محبوب اسے قتل کر دے گا اور وہ امر ہو جائے گا۔ مگر درد کو اس کا محبوب قتل کرنے سے باز رہتا ہے۔ اس سے عاشق کو شک ہوتا ہے کہ رقیب نے روکا ہو گا۔ اور وہ پھر شکوہ کرتے ہیں کہ:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)

قتل سے میرے وہ جو باز رہا
کسی بد خواہ نے کہا ہو گیا(۲۸)

رقیب سے معشوق کے تعلقات دیکھ کر شاعر میر درد کا دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ خود کلامی پر اتر آتا ہے۔ خود کو کہتا ہے کہ یہ سب باتیں بھول جا کہ وہ خوب رو لڑکا تمہارا بھی کبھی آشنا تھا۔ اور اس کا ذکر دوبارہ نہ کرنا۔

بھول جا، خوش رہ، عبث وے سابقے مت یاد کر
درد یہ مذکور کیا ہے آشنا تھا یا نہ تھا(۲۹)

شاعر کی یہ حالت دیکھ کر ناصح اسے نصیحت کرنے آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے بارہا تم کو سمجھایا کہ خوب رو محبوب (لڑکے) التفات نہیں کرتے۔ ان سے باز رہا کر مگر تم نے ایک نہ سنی۔ اس بات سے درد ناصح پر غصہ ہوتے ہیں کہ تم کو کیا، تمہارا مقصد کیا ہے۔ تو ناصح کہتا ہے کہ:

درد تیرے بھلے کو کہتا ہوں
یہ نصیحت سے مدعا ہے مجھے (۳۰)

درد ناصح کی بات پر غور نہیں کرتا اور خوب رو کے عشق میں تڑپتا رہتا ہے۔ اور محبوب اس طرف نظرِ کرم نہیں کرتا۔ مگر جب خوب رو کے چہرے پر خط نمودار ہوتا ہے تو عاشقی معشوقی تمام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خط آنے سے لڑکپن سے جوانی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ عمر کے اس حصہ میں اکثر لڑکے عاشقوں پر مہربان ہو جاتے ہیں۔ درد کا معشوق بھی ایسا ہی رویہ اختیار کرتا ہے اور عاشق کے زخم پر مرہم رکھا جانے لگتا ہے۔

اے درد ہم سے یار ہے اب تو سلوک میں
خط زخم دل کو مرہم زنگار ہو گیا(۳۱)

جب خوب رو کے چہرہ پر خطا نمودار ہوتا ہے تو معشوقی ختم ہو جاتی ہے اور عاشق بھی اس کا رستہ بند کرنا چھوڑ دیتے ہیں کہ اب اس کا حسن ختم ہو گیا۔ مگر میر درد نے خط آنے کو حسن میں مزید رعنائی آنے سے تشبیہ دی ہے۔ ان کے نزدیک خطہ آنا حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

خط کے آنے سے ہوا معلوم جانا حسن کا
نوخطوں نے اب نکالا پیش خانا حسن کا(۳۲)

مجموعی جائزہ:

اس بات سے انکار ہر گز نہیں کہ خواجہ میر درد ایک صوفی شاعر تھے / ہیں اور ان کی شاعری کا غالب رنگ تصوف ہے۔ مگر خوب رو، صنم، لڑکا، پیارا، یار، شوخ، ستم گر، مسیحا نفس اور خط (داڑھی) جیسے الفاظ اس بات پر گواہ ہیں کہ خواجہ میر درد کے ہاں امرد پرستی کا موضوع پوری رعنائی کے ساتھ موجود ہے۔ مضمون کے متعلق ایک بات واضح کر دینا لازم ہے کہ میں نے مضمون کو ایک کہانی کی صورت لکھا ہے۔ اس کو روایتی طریقے سے دس بارہ اشعار کا حوالہ دیتے ہوئے بآسانی لکھا جا سکتا تھا۔ مگر میں نے کہانی کا عنصر اس وجہ سے شامل کیا کہ بات جیسے دیدار سے شروع ہوتی ہے اور وصل تک پہنچ جاتی ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ درد نے جس قوت کی بنا پر امرد پرستی پر مبنی اشعار کہے وہ تصوف نہیں تھی۔ بلکہ وہ قوت شاہد بازی کی قوت تھی۔ تصوف کے تناظر میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس عشق (لڑکے سے عشق) میں وصل ممکن نہیں۔ اس وجہ سے درد نے ایسے اشعار کہے۔ مگر یہ بات مضمون میں واضح ہو چکی ہے کہ میر درد کے ہاں لڑکے سے وصل کے معاملات کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خواجہ میر درد نے امرد پرستی پر مبنی جو اشعار کہے اس کے درپردہ قوت شاہد بازی تھی نہ کہ تصوف۔

حوالہ جات

۱. ظہور شہداد اظہر، اردو غزل میں شاہد بازی، سری نگر، گلشن پبلشرز، ۱۹۹۵ء، ص ۴۱۔
۲. عبد الغفور نساخ، سخن شعرا، لکھنؤ، اترپردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۵-۱۵۶۔
۳. میر تقی میر، نکات الشعراء، مترجم حمیدہ خاتون، نئی دہلی، کالکاجی ایکس ٹینشن، ۱۹۹۴ء، ص ۱۰۹۔
۴. ایضاً، ص ۱۳۵۔
۵. ظہور شہداد اظہر، اردو غزل میں شاہد بازی، سری نگر، گلشن پبلشرز، ۱۹۹۵ء، ص ۴۲۔
۶. قابل اجمیری، دیدہ بیدار، حیدر آباد، مجلس یادگارِ قابل، ۱۹۶۳ء، ص ۸۳۔
۷. سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء ص ۱۷۸۔
۸. خواجہ میر درد، دیوانِ درد، خلیل الرحمن داؤدی، مرتبہ، لاہور، مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۶۲ء، ص ۴۔
۹. ایضاً، ص ۹۔
۱۰. ایضاً، ص ۵۳۔
۱۱. ایضاً، ص ۲۲۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)

۱۲. ایضاً، ص۳۷۔
۱۳. ایضاً، ص۵۶۔
۱۴. ایضاً، ص۸۰۔
۱۵. ایضاً، ص۱۹۔
۱۶. ایضاً، ص۱۹۔
۱۷. ایضاً، ص۲۳۔
۱۸. ایضاً، ص۸۷۔
۱۹. ایضاً، ص۴۔
۲۰. ایضاً، ص۷۰۔
۲۱. ایضاً، ص۵.
۲۲. ایضاً، ص۶۲۔
۲۳. ایضاً، ص۶۳۔
۲۴. ایضاً، ص۸۶۔
۲۵. ایضاً، ص۱۰۔
۲۶. ایضاً، ص۸۔
۲۷. ایضاً، ص۷۶۔
۲۸. ایضاً، ص۱۱۔
۲۹. ایضاً، ص۳۔
۳۰. ایضاً، ص۹۹۔
۳۱. ایضاً، ص۱۳۔
۳۲. ایضاً، ص۳۰۔